رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳



توجہ شرط ہے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے نہیں ہوتے۔ بے تکے مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل ضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گریہ بھی۔ اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت۔ رائے کی صحابت بے رو رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے۔ انشاءاللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

مینجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی چار روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اس وجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے ملک کی خدمت کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپ کے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپکے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہٰذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بنیں اگر اس پرچے کے مضامین آپ کے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو تیسرے مہینہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ انجیر شما بسلامت۔ ہندوستان بھر کے ایسے مشہور یکتا و یگانہ پرچہ کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چند سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار جناب نامہ مینجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دو تنکا نے پر نیاز مند مینجر خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہٰذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا گو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں مینجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہوں گے وہ شائع نہونگے اور ان کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو فقط۔

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوتا ہے۔

مینجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۵۰ نمبر ۵
مضامین غیر
(۲۱ فروری ۱۹۲۹ء)

مغلق آرا بیگم بنام کلمہ گویان ہند

سنو بھائیو - مجھ بڑھیا نے دھوپ میں چونڈا سفید نہیں کیا ہے - میں بھی مسلمان ہوں کلمہ پڑھتی ہوں لہٰذا خدا نے تھوڑی سی بہت عقل دی ہے جو دیکھ کے دل کا حال پہچان لیتی ہوں میں نے امان اللہ خاں کی تصویر اخباری کاغذوں میں دیکھی اور غور سے دیکھنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہ نیک نیت ہیں ارادے کے مضبوط ہیں اور شاید بہادر بھی ہوں - اگرچہ بہادری کے لچھن آج تک نہ اخباری کاغذوں میں پڑھے نہ کانوں سنے - مگر سچ کہتی ہوں کہ یہ حضرت بڑے ہی جلد باز خفت ورشد ہی اور بے وقت کی ایسے شخص کے لئے بادشاہی کا تخت زیب نہیں دیتا تم لوگ سنبھالو مگر بترا ئے کی پگڑی کا دین سر کے گھونٹ پر رکھنا ہے نہ کہ جھولا جیسے تنگ کی طرح ایک کان اور بچی ایک بھی ہی رہے گی - بھلا بھینس کے آگے بین بجانا عقلمندی ہے؟ -

لوگوں جن چیزوں کا نام تم اصلاحات رکھتے ہو انھیں بے ضرورت اصلاحات کے تصفیہ سے پہلے جو ان کی حقیقت تمھیں معلوم نہیں ہے - ولایتی اخبار کابل کے دوست نہیں ہیں وہ اس موقعہ امان اللہ کی روشن دماغی کا راگ الاپ کے جو تبلیغ کرتے تھے اور تم اپنی سادہ لوحی کی بدولت اس راگ پر جھومتے تھے ذرا انگریزوں کی حکمت پر غور کرو کتنے بڑے منطق میں ایک وایسرائے آتا ہے وہ قیاس کا صغریٰ پیش کرتا ہے دوسرا آتا ہے وہ کبریٰ کا بندوبست کرتا ہے تیسرا آتا ہے وہ بیچ اور طریق رہتا ہے آخر سو برس کے بعد نتیجے کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کام تھے جیسے کا بوجھ کیسے کیے گئے تھے جب کامیاب خیال

تمھارے سامنے موجود ہے تو کیوں تم دوسری سلطنتوں کو ابھی کسوٹی پر نہیں کستے اور اخباروں کی بھو رنگی پر چیٹے سے ایمان لے آتے ہو - تمھیں سادگی سے کوئی ایسا اخبار بھی میسر نہیں جو تمھارے مزاج کی ٹھنڈا یا بالی ہو اور کے دینا پیٹ نہ بھرنا چھ تمھیں ایسی ترکیبوں کی عادت پڑ گئی ہے وہ اخباری کاغذ تمھیں پسند نہیں جو تمھیں سیدھا راستہ دکھائے اس اخباری کاغذوں کا فرض اسی قدر ہے کہ بے وقوفوں کی مزاج گوئی کرتے رہیں - دیکھو جب ان اصلاحات کا غلغلہ برپا ہوا تھا تو ان میں سے کسی موسے نے یہ نہ کہا کہ شاہ کابل ریوڑوں کی زنجیر کھڑکا رہا ہے - اس نے کیت آراستہ کیے بغیر زعفران کا بیج بویا موسم کی پروا کی نہ بونے کے گُر معلوم کیے - اس نے شعبدہ گر کی طرح گٹھلی بوئی اور صاحب کے بندی جانے بغیر اسی کے پھل کھانے کا امیدوار ہوا - پھر جو کوئی بولے سے آخری ہانڈی کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرے اور جیب سے ہاتھ ڈال کے برائی منہ میں رکھے اس کا حشر کیا ہوگا یہی نہ کہ ہاتھ بھسم منہ اولا ہو جائے -

شاہ سیاست آگاہ نے جاری کی کونسل سے پہلے مغرور پارلیمنٹ اسلحہ بنائی کرائے اشارے اور دباؤ سے اپنے بھائیوں کو منتخب کروا خود ہی کھڑے ہو کے رعایا کی آزادی کا اعلان کیا اور انھیں کا مندوبین ممبروں کو اپنی مرضی کے مطابق حکم دینے لگے - حکم کی تعمیل میں وحشی رعایا نے چون و چرا کی تو گھبرا گئے بھلا یہ بھی کوئی پارلیمنٹ ہے کس نے جبر کیا تھا کہ تم پارلیمنٹ بناؤ - رعایا ایک انتظام کی خوگر تھی جس کی ہر شان بسم اللہ سے شروع ہوتی تھی بغاوت کا خون بے بسم اللہ پیدا ہونے لگے تو مزاج کی اصلی وحشت نے زور پکڑا ایسی حالت میں بہشتی بچہ ہوتا یا مجھ نیز یا کوئی فرہاد بیچہ اکا دیاں جس نے ضحاک ماران کے ظلم کا استیصال فریدوں شاہ ایران کے زمانے میں کیا ہو ایک فتح پا سکتا تھا - ورنہ ایسی غفلت کوئی بھی اپنے گھر بارات کرتا ہے؟ میرے نواب میرے اور میری عزت گھوڑی کے مالک ہیں - نواب بنی جان بیگم کی ملاقات مجھ سے کروانا چاہتے تھے بلکہ یہاں تک

سامان کیا تھا کہ میرے بچے کی دوده بڑھائی جب بغیر میری اطلاع کے وہ گھوڑی میرے گھر تک آ پہنچ - دے بجے تھے جو نہی سن گن پائی تب آنکھ تو نہ دیکھی ہی یہ سمجھا ہے کہ جب تک میں حکم نہ دوں کوئی سواری ڈیوڑھی پر نہ آنے پائے - بیوی تو سولہ سنگار کیے گھر کر کو چلے پر سوار ہو کے ویسی ہی دہلیز کے قریب ہو تھیں کہار پکارتے تھے میری سواری آ تو دو لوٹ کے ساتھ بھی کہاری تھی جیسے ہی میں نے کہاری کی جھلکی دیکھی سمجھ گئی دربانوں سے کہنا بھیجا لینا تو اس مردار کہاری کے پیچھے میرا بھائی وہ بان پل پڑے اور گھوڑی کا سر روئی کی طرح قدم کے رکھ دیا کہار ڈولیا کندھے پر رکھ کے جو بھاگے تو ہوا ہو گئے - دیکھا یوں جگاتے ہیں؟ اس ڈھنگ آہنگ پھر بیوی کا ہوا نہ بچا کہ ادھر کو منہ کریں اور گھرداری بہت مشکل ہے - پتا مارنا پڑتا ہے - امان اللہ خاں نے اپنی بی بی کو ولایت لے جا کے خالی یہی سکھایا کہ اسطرح سنگار کرتے ہیں یہاں غیر مردوں سے ہاتھ ملاتے ہیں یوں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے ٹھینک پر کتے ہیں - کھانے کا ڈریس یہ ہے سواری کا یہ - گھر میں بیٹھنے کا یہ - کوئی کام کی بات نہ سکھائی جو اس برے وقت آڑے آتی -

لوگو یہ بھی اخباری کاغذوں کی کارستانیاں ہیں وہ بہشتی بچے امیر حبیب اللہ خاں کو بدنام کرتے پھرتے ہیں کہ صاحب وہ تو بے دین ہو گیا پیری کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ ہرگز ایسا نہیں اس نے اپنے فرمان میں لکھا ہے بحکم خدا و رسول خدا امیر حبیب اللہ خاں نام سلطنت را گرفتہ - جھنڈے کے پرچم پر لکھوایا - لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس کے نیچے ہے خادمِ اسلام حبیب اللہ - جھنڈوں پر بھی قسم کی عبارت لکھوائی کہ اس کے پاس وعدی ڈھونڈے ہوئے باقاعدہ فوج نہ تھی اور ہر طرف سے بھیڑ کی پھوٹی ٹولیاں بغاوت کرنے پر آمادہ ہیں لڑائی ہاتھوں ہاتھ ہو رہی ہے اپنے ساتھی بھگنے نہ پائیں جھنڈا دیکھتے ہی ادھر سمٹ آئیں یہ پرانا دستور ہے -

اخباری کاغذ کے رپورٹر بھلا پرانی لڑائی کا دستور

کیا جانیں اُنھوں نے سوچا کہ لاؤ میں کمبخت کو یوں بھی مسلمان کر دوں یعنی عبارت شائع کر دوں۔

"رسول خدا امیر حبیب اللہ خان سلطنت دا کرفتہ رسول اللہ امیر غازی حامی، اسلام حبیب اللہ خان" لوگ تو ایسے بھرے ہائے ناداں جیسے منوا ہو کہ اُنکے نعروں میں آگئے اور لگے اُسے گالیاں دینے بھلا میں تو عورت ذات ہوں اگر دھوکے میں آگئی تو کوئی تعجب نہیں۔ ایک مرتبہ کا واقعہ سنو۔ نواب کے پاس کچھ لوگ ملنے جو آئے تو ہم تھکو ہو گئے کسی طرح بارہ بجے رات تک اُٹھنے کا نام ذلیا میں نے ماما سے کہا جا کے ان موؤں کے چوتڑوں کے نیچے تنکے توڑ دے مگر یہ ٹوٹکا بھی رائیگاں ہوا آخر میں نے ایک پُرزے پر لکھ کے نواب کو اطلاع دی کہ دیر سے کھانا لیے بیٹھی ہوں آخر کہاں تک جاگوں تمہارے ملاقاتی نگوڑوں کے گھر بار تو ہے نہیں موئے خدا جانے کہاں کے خانہ بدوش ہیں آنا ہو تو آؤ نہیں تو ہیں خاصا نست لانے ہیں رکھو اسے دیتی ہوں۔ جب فرصت ہو کھانا لینا میری نیند نہ حرام کرنا۔ انھوں نے اسی پُرزے پر لکھ دیا "تم سور ہو" بس کیا کہوں اس جملے کو دیکھ کے کیا حال ہوا۔ مرتے ہو گئی تو شہروں میں کہیں، استغفراللہ موئے، ہفتوں کی اتنی خاطر داری ہوئی ہے کہ مجھ کو سورہ بنا رکھا ہیں۔ آج تک بھی ہوں سے ترں لگی تھی اب یہ دماغ خراب ہوا۔ سور ہو گئے اُن کے دیسے جیسے اُنکے ملنے والے۔ آنے تو دو، دیکھو کیا گت بناتی ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب آئے میرا لال لال منہ دیکھ کے پریشان ہوئے "ارے بیگم خیر تو ہے۔ مزاج کیسا ہے۔ تم نے ابتک آرام نہیں کیا!"

میں "بیگم کیسی ہوتے ہیں۔ کہیں سور بھی بیگم ہوتے ہیں؟"

وہ "کیا، کیسا سور؟"

میں "یہ ہوا پنا رقعہ۔ دیکھو تم نے کیا غضب مارا ہے" وہ "رقعہ دیکھ کے" پھر اس میں کیا ہے! تم جاجیں ہو رہی تھیں میں نے لکھا کہ سو رہو"۔

لاحول ولا قوۃ کیا کہوں کمبخت مجھی ہوں جو سورہ کو سور سمجھی۔ ہمکو سے اخبار ہی بہو و فرجے سے زیادہ بے وقوت نہیں لگے اور بھینکے۔ پھر نہیں یہ سب تو تیار طوفان ہے کہ لاؤ امان اللہ خاں سے لڑے بھائے غازی بن بیٹھے تھے بھشتی نادر سے کو

گو جان مال نفرذار رہنے کا پروانہ لکھ بات اگر خود ہی پہاپ بچے ہو کیا وہ ایسا گو کھا ہے کہ تربیلی جیب کو چھیڑ کے اپنی جان پر آفت مول لے گا۔ جو لوگ بھاگ رہے ہیں وہ سمجھے ہیں کہ گویاں برس رہی ہیں گرلیاں تک دکھتی ہیں نہ تیرگی کی جھنکار کانیاں گئی ہیں نہ بے گناہ کا ایسا خون کر رہے ہیں سے ایک بچہ یا کوئی اور مرا پڑے تو ہم مفت میں ناحق کی ایک پیچ بھائی یوں ہی قتل کے ناحق ہوا کے خوف سے رہ رہ تفائیں اُنکے دشمنوں سے اعلان شائع ہوئے ہیں۔ بھشتی بچہ زور بادشاہ بننا پسند نہ کرتا تھا مولویوں نے اُسے حق خدمت کے صلے میں بادشاہ بنایا۔ یہ کوئی ضروری تھا جس سے بھشتی بچہ انکار کر جاتا وہ بادشاہ نہیں امیر بن گیا۔ یہ غریبی اصطلاح ہے۔ مشہور کیا گیا کہ وہ بے شعور ہے بے تاریخ تنہا شہزادوں کو جو روبیدار ہے شہزادے خودکشی کر رہا ہے ۔۔۔ کہ یہ خبر بھی بادشاہ کی جس طرح وہاں نہ شہید ہو اس کے قتل کی خبر غلط تھی مگر مسجدو اخبار نویسوں کی یہ فقرہ بازی اپنے مطلب سے ہے۔ وہ کیا ہمارا سردار شہید دشمن محمد غزنوی کی اپیل ہندوستان سے متعلق رہ رہ ہے یہ بھی ممکن ہو امان اللہ کو بھیجا جائے!۔

ہاں اب تان ٹوٹی۔ دتی لمبی گفتگو کا مطلب تھا۔ بھشتی بچہ بے ایمان نے نادر



پولیٹکل کھیل کا خلاصہ

بیعہ ایمان بناکے انھیں غازی خواہ وہ بھشتی بچہ بھی کوئی معمولی آدمی نہیں ہے اس نے مولویوں سے امان اللہ کا کفرنامہ لکھوا کے اپنے نام کے ساتھ مجاہد کا ذم چھلا لگا دیا۔ جیسے وہ غازی اور سپاہی یہ مجاہد اسی طرح مشہور کر دیا کہ ویلان نرغہ اس بھشتی کے دشمن امیر حبیب اللہ کے حکم سے مارے گئے۔ یہ دیا سلائی خالی نہیں گئی عقل کے اندھے ہندو اخبار نویسوں کے چھکے تک گئے۔ ہائے وقوف نہیں یہ بھی یاد رہے کہ بھشتی بچے نے پہلے ہی سے خبر کر دیا

سقا کی بہت چھٹ بے باک ہے اُس پر جہاد کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ہندوستانی مسلمان جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے تو مال ہی یا روں کو دو اُنھیں مال جائے یاروں کی دوزخ میں صاحب مال کے ہم ذمہ دار نہیں چاہے بہشت میں جائے چاہے دوزخ میں۔ کھلا ہو حلوہ۔ مگر وہ فتنہ کا حشر دو کرو۔ اتنی جلدی خرخرہ کرو مدد کی پیٹ نہ پھیرو۔ لوگو یہ ایک خانہ جنگی ہے نہ جہاد ہے نہ غزوہ۔ دوسرے مسلمانوں کا فرض ہرگز یہ نہیں کہ جان مال

زوال کے پھندے میں پھنسائیں اُن کا فرض ہی ہو کہ وہ شیخ خیر پا اور مسلمانوں کو بھی زبانی مشورہ دینا چاہیے ماننے نہ ماننے کا اختیار ماننے والوں کو ہے ۔ پاں البتہ مسلمانوں کو منطق سکھانا ہے کہ وہ صحیح نتیجہ نکالنے پر قادر ہو جائیں ورنہ ہر ایک گروں گیر انکی چند یا ایسے ہی بھیڑے پھیلا کے روز موڑے گا اور تل بھولتے رہیں گے ۔

تو یہ بات وہ بات نکالو جو مر دیرے ! (تمام)

اگر تاریخ اُٹھا کے دیکھو ہر زمانے اور پہلے بانی سمجھا جاتا ہے اور فتح پانے پر غازی مجاہد کا لقب پاتا ہے ۔ یہ بالکل غلط ہے کہ ہم ایسے اشخاص کو جہاد یا غزوہ کے نام سے یاد کریں ۔ اگر مجاہدوں کی ہی شان ہے تو دنیا میں بجز مجاہدوں کے کوئی غیر مجاہد ہی ہو نہ نہ ملے گا سڑک پر ایک کنجڑن جس کی ترکاری یا دوسری کی بکری چر گئی اور وہ گالیاں دیتی ہوئی جھگڑا کرنے چلی ۔ اور جبل اسکے کی دھرتی بنا رہی ہے کی کاٹی ادھر کے گلی ادھر کی جبرا ہی اوڑ کرنے وہ بھی مجاہد ہو ۔ کیوں تم اُسے مجاہد نہیں کہتے میں خوب جانتی ہوں کہ یہ کھری کھری باتیں اُن لوگوں کے دل میں نشتر کی طرح کھبیں گی جو اپنے جوش میں اندھے اور حضرات الارض لیڈروں کے ہتکنڈے سے بہرے ہو رہے ہیں ۔ مگر یہ سچی بات کہے جاؤنگی مجھے کو دوزخی یا بہشتی کرنے کوئی تمغہ دینا ہے نہ میاں لندن کی سرکار سے کوئی پنشن مقرر ہے نہ جوش پھیلا کے چندے کی رقم کی خزانچی بننا چاہتی ہوں ۔ نہ آگ لگا کے آگ بجھانے کا انعام لینا منظور ہے ۔ نہ شہرت کے جھنڈے پر چڑھنا مقصود ہے ۔ ارے بھو کا چھٹے اس حرام کی کمائی میں چار دن کی زندگی ہے پھر اپنی اپنی گور اپنی اپنی منزل ۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ نا عاقبت اندیش دل رکھنے والے مجھ پر آوازے آوازے کسیں گے ۔ پھر اس سے کیا ہو گا سوائے اپنی زبان خراب کرینگے دینار و پیہ اعضوں کو کھلائیں گے اپنے بچے بالوں کو فاقے دینگے اور پھر ہجرت کی تجویز پر عمل کر کے جس طرح پچھتائے تھے پچھتائینگے ۔ مسلمانو تمہارے اختیار میں ہرگز نہیں ہے کہ تم دان اللہ کو تخت پر بٹھا سکو یا بہشتی بچہ کو دو تک پہونچا سکو اگر دان اللہ خاں کو حکومت کرنی منظور ہے تو دان کی رعایا تم سے زیادہ صاحب اختیار ہے اُن کی خواہش پوری کرے گی ۔ اگر بہشتی بچہ سلطنت کے قابل نہ ہو گا تو آج نہیں کل دو دن کی گھی کی طرح نکال باہر کیا جائے گا ۔ یہ خانہ جنگی ہو تم کیوں اس کے چندہ دے کے افغانوں کا پیٹ بھرتے اور بیچ میں پاؤں ڈالتے ہو ۔ یہ ناممکن ہے کہ کابل کے تخت پر کوئی احمق اپنا قدم جما سکے اور یہ بھی ناممکن ہے کہ کابلیوں پر کوئی باہر والا حکومت جمائے اور وہ ختم جائیں ۔ انھوں نے بار ہا شکستیں کھائیں مگر چار دن کے بعد پھر جیسے کے تیسے ۔

دو تم غلطی کرتے ہو بہشتی بچہ نہایت ہوشیار ہے اس نے پہلے ملاؤں کو ملایا پھر خدمت کر کے عظمت حاصل کی اب وہ اپنی ہوشیاری کا اور ثبوت دے رہا ہے یعنی اُس نے پایہ تخت چھوڑنے کی فکر کی ہے اور

بعدالت ڈسٹرکٹ جج بہادر گونڈا

درخواست دیوالیہ نمبر [illegible] سنہ ۱۹۲۸ء

[illegible] زائن ولد [illegible] آڑھتال [illegible] قوم

[illegible] ساکن [illegible] پرگنہ [illegible] ضلع گونڈا

سائل دیوالیہ

بنام

[illegible]

ہر گاہ سائل نے ایک درخواست مورخہ [illegible] نمبر [illegible] کو بنا بر دیوالیہ قرار دیے جانے کے بموجب منشاء ایکٹ دیوالیہ نمبر [illegible] گذرانی ہے [illegible] فہرست قرضخواہان میں [illegible] اطلاع دی جاتی ہے [illegible] درخواست مذکور [illegible] سائل کے مقرر کی ہے اگر تم کو نسبت درخواست مذکور کے کوئی عذر ہو تو [illegible] یا معرفت کسی وکیل مجاز کے حاضر عدالت ہو کر عذر کرو ۔

بحکم

(دستخط انگریزی) منصرم جج

مہر عدالت

بعدالت ڈسٹرکٹ جج بہادر گونڈا

درخواست دیوالیہ نمبر ۱۵ سنہ ۱۹۲۸ء

[illegible] ولد [illegible] ساکن [illegible] پرگنہ [illegible] سائل دیوالیہ

بنام

بھاگ نرائن ۔ رام شنکر ۔ بھاری ۔ [illegible] ۔ رام [illegible] ۔ بجھند ۔ [illegible] ۔ رام [illegible] ۔ [illegible] ۔ [illegible]

ہر گاہ کہ سائل مندرجہ بالا نے درخواست مورخہ [illegible] سنہ ۱۹۲۸ء کو نا بر دیوالیہ قرار دیے جانے کے بموجب منشاء ایکٹ دیوالیہ نمبر [illegible] گذرانی ہے اور تم لوگوں کے نام قرضخواہان کی فہرست میں درج ہیں لہٰذا یہ اطلاع شائع کی جاتی ہے کہ بتاریخ [illegible] سنہ ۱۹۲۹ء واسطے سماعت درخواست اور لینے بیان سائل کے مقرر کی ہے ۔ اگر تم لوگوں کو نسبت درخواست مذکور کے کوئی عذر ہو تو اصالتاً یا ذریعہ کسی وکیل مجاز کے تاریخ مذکور حاضر عدالت ہو کر عذر کرو ۔

بحکم

دستخط انگریزی منصرم

عدالت جج گونڈا

مہر عدالت

نمونہ قابل ذوقیت

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵

نمبر مقدمہ [illegible] سنہ ۱۹۲۸ء

بعدالت خفیفہ ۔

[illegible] ساکن [illegible] پرگنہ [illegible] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مدعی

بنام

[illegible] ولد کنھیا لال قوم [illegible] ساکن [illegible] پرگنہ [illegible] مدعا علیہ

[illegible] تم کو تاریخ [illegible] سنہ ۱۹۲۹ء [illegible] اصالتاً یا معرفت وکیل کے [illegible] جواب دینے [illegible] حاضر ہو اور تاریخ مذکور [illegible] انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ [illegible] گواہوں کی شہادت پر [illegible] دستاویز [illegible] پیش کرو ۔ تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ [illegible] اگر تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا ۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ [illegible] سنہ ۱۹۲۹ء جاری کیا گیا ۔

دستخط حاکم عدالت انگریزی

مہر عدالت

سمجھ گیا ہے کہ جنگی اعتبار سے یہ مقام پایۂ تخت بنانے کے قابل نہیں بہت آسانی سے قبضہ میں آسکتا ہے اُس نے خواہ نخواہ بچہ سقہ کے دوسرے پہاڑ پر بھیجنا شروع کردیا ہے اُسکے زوال میں دوسرے دشمنوں کو لوہے کے چنے چبانے پڑینگے۔ غازی امان اللہ فقیر نہیں مفلس نہیں خود اخبار نویسوں کا قول ہے کہ ہر طرف سے لوگ اُنکی مدد کرنے پر تُلے ہوے ہیں ہمارا چندہ ہی کیا فرض کرو کہ جس طرح ترکوں کی مدد کے لیے تم نے بڑھکر روپیہ جمع کیا تھا اُسمیں سے آدھا تو انتظامی تنخواہ اور عہدہ داروں نے کھایا آدھے کا آدھا لیڈروں نے اُڑا دیا تھوڑا بہت دوکان داری کو فروغ دینے کے لیے ترکوں کے ہاتھ لگا باقی جو رہا وہ ٹاٹ اُلٹنے کی ضروری کارروائی میں صرف ہوا اسیطرح اب بھی جمع کرو اور اپنے نزدیک قبل عبدالرحمٰن طرزی کے مقام قوم کے ذمہ دار اور معتبر اصحاب کی تحویل میں یہ روپیہ دے بھی دو تو کیا ہوگا؟ یاد ہے کتنے چندے معتبر آدمیوں کے حوالے کیے ہیں۔ ہائے ہائے ے

اک بلا ہے یہ دل نا عاقبت اندیش بھی
اُنکا بگڑا کا یا ہوا ناصح کا سمجھایا ہوا

واقف

دل سوز خیر خواہ سلطان آرا بیگم

جرمنی جج کی نرالی سوجھ

ابھی واللہ اس جج نے تو جہانڈوں کے ریچھ والا صاحبزادے والی نقل پر خاک ڈال دی جہاں باپ بھائی بہن نوکر چاکر پڑوسی ہر ایک کے حق میں "برطرف" کا حکم صادر فرما دیتے تھے "حضور کی اماں جان بلاتی ہیں" وہ بھی برطرف "باوا جان یاد کرتے ہیں" وہ بھی برطرف۔

بعض اخباری کا فذوں نے حال ہی میں ایک جرمنی نوجوان جج یا قاضی جون پور کی حکایت نقل کی ہے جج کا ہے کہ اسے قتل سازوں کا محقق کیا ہے۔ لکھنے والا لکھتا ہے کہ جج صاحب کے اجلاس میں ایک غرق شدہ جان باختہ کا مقدمہ پیش ہوا۔ ڈوب مرنے والا ایک شادی کی تقریب میں شریک ہوا تھا اُسکی نا کھانے کے بعد پانی نہیں پیا تھا وہیں گیا پڑ آئی تھی سارے ڈیل کی پیاس بجھائی اور آب اجل سے سیراب ہوگیا۔ گواہوں نے کہا کہ اس اجل گرفتہ کی دماغی حالت اچھی نہ تھی بارہا خودکشی کا ارادہ کر چکا تھا ے

بار دگر وہ دل جھکا لایا
اب کے شرط وفا بجا لایا

جج صاحب نے جونہی یہ واقعات سنے حکم دیا: "اچھا دولہا دولھن زیر حراست" تعمیل ہوئی "براتی بھی سب زیر حراست" تعمیل ہوئی۔ بندی خانہ چڑیا گھر کی شکل ہوگیا۔ سمدھن سمدھی آیا گیا اپنا پرایا سب ایک ہی پنجرے میں۔ تجویز نویس ٹائپسٹ کی شامت آئی بول اُٹھا "خداوند اپنے حکم پر نظر ثانی فرمائیں" جج صاحب نے فرمایا "یہ بھی زیر حراست" ایک سارجنٹ اس انصاف پر مسکرا دیا تو "وہ بھی زیر حراست" دوسرا سارجنٹ کسقدر متعجب نظر آیا تو اپنے چپڑاسی کو گرفتار کرنے کے بعد "وہ بھی زیر حراست" ے

زنداں کو چلے مچل مچل کر

اب دو سارجنٹوں کے سوا کوئی حکم کی تعمیل کرنے والا نہ تھا لہٰذا جج صاحب نے خود ہی ان دو مجرموں کو حوالات کے تالے میں بند کرنے کی زحمت اُٹھائی۔ دل نے کہا سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی اس قتل میں شریک معلوم ہوتا ہے اس کمبخت نے عمداً غفلت کی اچھا "ابے حاضر تھا کچہری سپرنٹنڈنٹ پولیس اور اُسکے ماتحت بھی زیر حراست" آپ جانتے ہیں پولیس کے تمام محکمہ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کسے ہوسکتی ہے ایک بڈھے ملازم نے دست بستہ عرض کی "حضور پولیس سپرنٹنڈنٹ اور بڑے بڑے افسر کو ہر ادنیٰ ملازم گرفتار نہیں کرسکتے۔" کہنے لگے "اچھا تم بھی زیر حراست" تماشائیوں نے یہ رنگ بگڑتا دیکھا تو بھاگے اب کچہری میں اُلو بولنے لگا۔ جج صاحب نے دیکھا کہ تعمیل حکم کرنے والا کوئی نہیں۔ غصہ آیا کانپتے تھرتھراتے اُٹھے اور دروازے سے باہر نکل گئے۔ راہ گیروں نے جو وحشت ناک جج صاحب کو بھاگتے دیکھا تو وہ پیچھے لگے "حضور کہاں چلے؟ ابھی کچہری کا وقت باقی ہے" بولے "تم بھی زیر حراست اور وقت بھی زیر حراست۔ وہ تم اپنے جج کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے؟" بھیا گئے تیجے کی شاہراہ پر آئے حضور کے مزاج کی خبر مشہور ہوچکی تھی۔ دیہاتی جوق جوق استقبال کے لیے حاضر تھے۔ اجی بیٹے تو کدھر کا قصد ہے۔ لینا لینا پکڑنا جانے نہ دینا کا شور سن کے جج صاحب نے ریلوے اسٹیشن کی راہ لی اور بغیر ٹکٹ لیے ایک گاڑی میں گھس کے "زیر حراست" ہوگئے۔ خود بھی زیر حراست اور عقل بھی زیر حراست

اللہ اللہ ایسے جج بھی دُنیا میں پیدا ہوتے ہیں ہم تو سمجھے تھے کہ صرف ایشیا کا پاگل خانہ ایسے نعمت پیدا کرتا ہے مگر نہیں صاحب دنیا اللہ کی زمین ہے یورپ میں بھی کبھی کبھی نجہ کی ہوا چل جاتی ہے۔ اچھا جناب جج صاحب زیر حراست تو بندہ کا قلم دوات سلم بھی زیر حراست۔

واقف

اسپشل رپورٹر

پنچ۔ گھبرایئے نہیں پبلک سیفٹی بل جو کہ حفاظت عوام کی ہوا سے بالشویزم نا فرجام کو روک کی زیادتی سے منظور ہوکر ایک منتخب کمیٹی کے سپرد کردیا گیا ہے۔ عجب نہیں کہ جرمنی جج صاحب کی عقل کو حل رہ گیا ہو اور وہ حراست سے آزاد ہوکر ہندوستان و انگلستان میں اُٹھتے بیٹھتے رہتے ہوں۔ اس قانون کا نام درحقیقت "قانون آزادی بیگانی وحراست انصاف" ہے وائسرائے اور اُنکی کونسل کو اختیار ہے چاہے پبلک سیفٹی بل کہیں یا کوئی اور نام رکھیں۔ سر ڈیٹیس امبرے اس قانون کے عاشق صادق ہیں اُنہوں نے کے معنی انگریزی جاننے والے جانتے ہیں۔ عنقریب یہ آوازیں سُنی جائیں گی۔ "یہ بھی زیر حراست وہ بھی زیر حراست۔ تو بھی زیر حراست میں بھی زیر حراست۔" آپ قبل از وقت تعجب کا اظہار فرماتے ہیں انشاء اللہ آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ سمجھے؟

اودھ پنچ ۱۹۲۸ء کی مکمل جلد شائع ہے قیمت ۵۔



تحائفِ سالِ نو

مبصر

غالباً گذشتہ کی مشہور ادبی انجمن معراج الادب لکھنؤ نے قوت سے فعل کی طرف قدم بڑھایا اور ایک ماہوار ادبی رسالہ بہ اسم فرق جاری کر دیا۔ یہ امر قابل اطمینان ہے کہ ہمارے پرانے مشتاق فاضل دوست سید ابو العلا مولوی حکیم سید صاحب ناطق نے اس رسالے کی تالیف و ترتیب کا عہدہ قبول فرما لیا۔ موصوف مدت سے فن ادب و انشا کی خدمت پا رہے ہیں اور دیگر رسائل و مطالب اقرباں کر چکے ہیں۔

رسالہ حسن ظاہر و منظر کے اعتبار سے ممتاز ہے گیٹ اپ زندگی بخش ہے ابھی تو آگے چل کے ترقی ہو جائے گی۔ اسکا حصہ نظم شاعر و انجمن مذکور کے طرحی کلام کا بسلیقہ اقتباس ہے۔ اور مرہ نثر مضمون کے اختتام پر بغرض تبدیل ذوق و ذائقہ چیدہ اشعار لطف دیتے ہیں۔

محض صنعت غزل میں بہت مقبول ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ لوگ محنت کرتے ہیں اور پرانی باتیں نئی ہو جاتی ہیں لیکن حصہ نثر کے بعض مضامین قابل نظر ثانی ہیں مصرع طرح کے عنوان سے جو مضمون لکھا گیا ہے اُسے نہ منطق سے علاقہ ہے نہ تہذیب سے میری سمجھ میں تو کیا ایسا غیر مہذب اور سقیم مضمون کیونکر حضرت ناطق کی نگاہ سے بچا اور چھاپے خانے میں چل بچا گا۔

کلام کی دو قسمیں ہیں دونوں کا مابہ الفرق یہ ہے کہ ایک وزن عروضی رکھتا ہے اور دوسرا اس وزن کا پابند نہیں۔ اظہار خیال کے یہی دو ذریعہ ہیں۔ موزوں کلام کی ایجاد بستظار اہل خبرت بلا ارادہ ہوئے آج بھی ہمارے سامنے کئی مثالیں موجود ہیں ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ موزوں کلام کی ایجاد طبیعت کے غیر ارادی تقرف صحیح کا نتیجہ ہے گو ہمیں معلوم نہیں کہ ہر مقام پر جو شاعری کے مرض میں گرفتار تھا یا مبتلا ہے یہ وبا کب پھیلی بلا جب اور خط چرانے والی بچہ کری نے کہا تھا ؎

ہنتر مری گردن آتا یا چہ خواہی کردنا
گردن درازی می کنی چنبہ بخواہی ہردنا

تو کیا وزن عروضی اور ضوابط کا لفیرت سے واقف تھی؟

با جو بچہ اپنی توتلی زبان سے کہہ رہا ہے ؎

وہ ابا آنے ہو گئے ہیں بکھیر جو نے ہو گئے ہیں

کیا وہ فن شعر سے واقف ہے؟ ستہ نامشتی کا پتا اور شیر کے آگے سامنے رکھتا اور کہتا ہے ؎

ایک شیر ہے ایک شیرنی ہے دونوں میں گتھا تی ہے

یہ پانچ چھ برس کا بچہ بھلا شعر کیا جانے۔ مولوی حسین صاحب یاس کی زوجہ محترمہ کا دماغ اعتدال سے متجاوز تھا کسی صاحبزادی کی تقریب شادی میں محفل آراستہ ہوئی بات یہ ہے کہ ایک دبلے پتلے پستہ قد آدمی تھے اکثر نیلا رنگ ہوا کرتا پہنتے تھے انھوں نے اپنے صاحبزادوں کو مولوی صاحب کے پاس روانہ کیا کہ تشریف لائیں اور نکاح پڑھیں مولوی صاحب اتفاق سے نہ ملے حضرت یاس کی بیگم جو علاحدہ بیٹھی ہوئی تھیں کہنے لگیں ؎

دو چار بھیجے مجمع ہوئے اور نیل کنٹھ مولانے
ابھے میرے دولہے گئے جبریل کیوں آئے

یہ شعر ہندی عروض کے اعتبار سے بالکل درست ہے کیا باوجود خلل دماغ اس شعر کی ایجاد کسی عروض کی محتاج ہے؟

ان چند اشعار میں وزن بھی ہے بحر بھی ہے قافیہ بھی ہے وزن بحر قافیہ ردیف کے قواعد کی تالیف و ترتیب کسی عدادت پر مبنی نہیں ہے جو بہ مشکل حضرت مضمون نگار کے حق میں جا سیرین فن کی طرف سے سرزد ہوئی ہو اصل یہ ہے کہ بحر و قافیہ بھی اسی طرح فطری ہے جس طرح وزن۔ جو لوگ عربی زبان سے واقف ہیں اور انھیں کبھی دس پانچ سطر لکھنے کی بھی توفیق ہوئی ہے انھیں اس کا تجربہ ہوگا کہ اسکی نثر بھی اکثر بلا ارادہ مقفیٰ ہوتی چلی جاتی ہے۔ حدیث کی کتابوں کو قافیہ سے کوئی ربط نہیں ان میں جو اقوال نقل ہوئے ہیں بیشتر فصیح مقفیٰ ہیں خلفا کے خطبے دیکھو۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوافی کا ایک دریا اُمنڈ رہا ہے۔ ان قوافی میں جنس و مختلف وضع یا صرف تجانس اکا وجود یا مطلق نہیں بس وزن و قافیہ ہی جب نثر و نظم میں مابہ الفرق ٹھہرا تو ارتفاع مابہ الفرق سے نثر نظم ہو جائے گی اور نظم نثر۔ ہر شخص اتنا بھی جانتا ہو گا ہوتے اتنے بڑے بحث پر قلم اٹھانے کی جراءت کیونکر ہوئی۔ یہ صحیح ہے کہ سست نظم اشخاص پر قافیہ کی پابندی کیا ہر ایک پابندی دشوار ہوتی ہے اور قافیہ کی مرشد

دیکھ کے اُن کا دم نکل جاتا ہے کہ بلا سے ہے کیونکر کیا بند بے شک وہ قید میں مبتلا ہیں اس کے بجا رہے ہیں اور دور ہو جاتے ہیں مگر اُنکے نفس کی مروّت کا بار کیوں اٹھائے۔ انصاف سے کہیے اگر ہر ایک فن بست ہمت و ناقص العلم اشخاص کی خاطر اپنی قوت گھٹاتا چلا جائے تو کیا پھر وہ زندہ رہ سکتا ہے؟

تمہید اتنا عرض کر دینے کے بعد اب نفس مضمون کی طرف توجہ فرمائیے مضمون کا نقص یہ ہے کہ شاعر کو کسی خاص طرح پر نہ سونا چاہیے۔ طرح کی رسمی شاعر کی طبیعت کو جکڑ لیتی ہے۔ عروض دراصل خرد پر ہی الشعراء الاول ابن الہیثم اور قافیہ ہی کی قید کیا کم تھی جو اُس پر یہ قید مستزاد ہوئی اگلے زمانہ میں یہ قیود نہ تھے قدیم الایام درست با محاورہ عربی ہوا ہے نظم کے ساتھ مشاعرہ کے نشانات دھیمی نشانیاں (وہ نشان) پائے جاتے ہیں عرب اور عجم میں مشاعرے ہوتے تھے اُن میں محض شاعری ہوتی تھی مقابلہ اور مجادلہ مقصود نہ تھا۔ باہم شعر خوانی تک مشاعرہ محدود تھا۔ رفتہ رفتہ یہ ذوق ترقی کرتا رہا اور بہ تعداد مشاعروں کے ساتھ مطارحہ کا غلغلہ بھی شامل ہو گیا یعنی کسی ایک زمین ایک بحر میں دو یا چند شعرا کی طبع آزمائی پہلے یہ ذوق انفرادی تھا پھر نہ معلوم کب اور کیونکر طرح کی صورت عمل میں آئی۔ یہ بعض اعتبارات سے اچھی ہو مگر اسکی اچھائیاں برائیوں سے کم ہیں۔ شاعری ایک آلہ ہے اظہار خیالات اور جذبات کا۔ نہ اسمیں صنائع و بدائع کی ضرورت ہے نہ اسکو لغت دیکار ہیں نہ کمال عروض کی حاجت ہے نہ خاطر تنہائی کا پابند ہے...... وہ شاعری بطرز عربی بلکہ وہ ایک آزاد جذبہ ہے...... وغیرہ۔ جب یہ سب ہے تو کونسی خطا ہے کہ اُسکے آزاد جذبات کو ردیف قوافی و عروض کا پابند کر دیا گیا۔ فصاحت بری بلا ہے آخر اس کی آزادی کو سلب کر کے اسکو عروض و قواعد کا پابند کر سکے لیے ردیف و قافیہ کا دم چھلا لگا دینا یہ کون سا انصاف ہے۔ جن لوگوں نے تعداد قوافی اور ردیف کی پابندی کر کے شعر کو اس آفت میں پھنسا دیا گو وہ حقیقت صحیح معنی میں ظالمین میں سے ہیں دراصل ہی فصاحت درحقیقت بھی صحیح معنی میں ظالم نہیں ہیں ظالمین میں سے ہیں۔ قابل تعریف رحمت ہیں وہ ہیں

جنھوں نے طرح کی بھی بیخ نگادی اور اس جگہ زمین کو مضبوط کر دیا۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ شاعر کو معلوم ہی نہیں کہ طبع زاد شعر یا غزل کسے کہتے ہیں۔ وہ جذبات سے واقف ہی نہیں وہ اس اندھے کی طرح ہیں جو بغیر لٹھیا تھامنے والے کے ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا۔ تم پھر ان غریبوں کو مجبور کر کے اپنی مستعمل زمینوں (بحر، ردیف، قافیہ) کی طرف لاتے ہو اور شاعر تو ان سے وہی کلمہ پڑھواتے ہو۔ (جا بجا سے فقرے لیے گئے ہیں)

اس خلاصہ پر کہتے ہیں کہ آئینہ و تصویر سمجھایا ہے۔ اجی حضرت ایک حکایت سن لیجیے۔ ایک تھیں بڑی بی ان کے شوہر امیر کبیر تھے انقلاب روزگار سے تباہ ہو کے رہ گئے۔ بڑی بی اپنے شوہر سے خوش نہ تھیں۔ مرنے کے بعد بھی بگڑی رہیں۔ جو اسامکان ترکہ میں ملا تھا اس پر تفتہ اصرار کرتی تھیں۔

یہ گھر تو اڑے جاتے ہیں یہ مکان اُف وہ باورچی خانے سے شہ نشین تک آتے آتے پاؤں ٹوٹ جاتے ہیں۔ اے لو آج بھیا گر پڑا تھا ٹوٹی لگی اور کمبخت بجلی کی کیا کتنک مرمت کروائے۔ خدا کی مار اس مکان پر وہ تو تجھ آتی ہے کہ ہوش اڑے جاتے ہیں۔ اے بھیا میں بجلی کہاں سے تیل کے دام لاؤں جہاں بڑے بڑے دالانوں میں روشنی ہو آپ کو مر کے چھٹی پا گئے اور میں مجبور ہو کے کوئی بیٹھا روشنی کیا کرے۔

مضمون نگار صاحب نے بھی اس مضمون میں بڑی بی کی نقل کی ہے حالانکہ نہ بڑی بی پر کسی نے جبر کیا تھا کہ

آپ اسی مکان میں رہیے نہ شاعروں پر کسی نے جبر کیا ہے کہ مطارحت کے بغیر قلم نہ اٹھائیں اور طبع زاد زمینوں پر قدم نہ رکھیں مطارحہ گھوڑ دوڑ کا میدان ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ مسابقت کی عادت پڑے۔ کم سواروں اور کم گھوڑوں سے کوئی نہیں کہتا کہ آپ جو گھر اٹھائیے، بجز کی بی سال پنچ کے ادبی مرشی کا مسکن ہوا ہے۔ سخن فہم شاعر صاحب اپنے پسند کی زمین یا مستقل مضمون نگار جولانی تفصیل دکھا سکتے ہیں۔ مضمون نگار سے کسی نے فرق نہیں سمجھا یا وہ سوق فرمائیں تو ساشا عروجب چاہیں منعقد فرمائیں اور نظم بے قافیہ و ردیف و بحر کی داغی ہوکا ئیں اپنے ہم خیال حضرات کو دعوت دیں کوئی پانچ ہزار شعر کی مثنوی پڑھے جس میں ہر ایک بیت نہ ردیف کی پابند ہو نہ قافیہ کی نہ بحر کی۔ کوئی قصیدہ پڑھے جس میں شہرت، ہی جذبات ہوں کوئی قطعہ پڑھے کوئی وغیرہ باقیات و مثنائے کوئی اسیح لبنی و کلا مرد پیش کرے و قافیہ سے قطع تعلق کرنے کا قصہ اور شعبہ کیا گیا مگر کوئی بہ لطف کلام اس بے قیدی کے باوجود کسی صاحب نے پیش نہ فرمایا کہ ہم بھی آپ بے قیدی اور آسانی سے نہیں حاصل کرتے۔ شعر جذبات ہی جذبات با آسانی نظم ہو سکتے ہیں اور خیال وہ حق ادا ہو سکتا ہے تو ہم اشد ز بانی دعوی فضول ہے قدیم الایام کے نظامات رنیا دیکھیے تو سہی اور محنت کی بوچھار ان بیچاروں پر جو جم گئے اور جو نہیں دے سکتے موافق آئیں شرافت و انصاف ہے۔

چار سطریں نثر کی لکھی ہیں وہ بھی فصاحت سے عاری ایسے اشخاص کی رائے کس گنتی میں ہے (باقی آئندہ)

راقم

خاکسار ادیب زادہ ادیب

الگ بناوٹ پر آمادہ ہے اور لکھنے والے مدد گار وں کی غفلت جا بجا سر پر قائل ہے۔ مگر یار حضرت جگہ جگہ ہیں کہ صاحب یہ کون سا دستور ہے پرچہ نکلتے ہیں ختنہ وار اور کبھی کبھی پندرہ دن تک سر گھسیٹ جاتے ہیں۔ اگر حوادث کی تفصیل ہر ہفتہ شائع کی جائے تو سنتے کے خلاف ہے کیا معنی کہ ہمارا شیوہ سنجیدہ کرنا ہرگز نہیں حوادث کی اطلاع سے ناظرین ضرور بکد ہونگے۔ اس کے علاوہ ہم کہیں کے بادشاہ یا لیڈر نہیں کہ فراغ کا نام و مجاز روزانہ جرائد کی منڈی میں دکھایا جائے اور لوگ اسے سر جھکا کے اشتیاق تمام پڑھیں۔

اجی صاف صاف یہ ہے کہ بازیں بیچ بیچ میں لگی جب تک سانس ہے اشتہاریوں اور خریداروں کے ساتھ ملاقات میں بہ اشتمالی ہو نے دیکھے سا خیر ہے پیر کی اشتمالیاں ہی کبھی کبھی اپنا قانون چلا دیتے ہیں اگر اخبار کو راہ سے اظہار کیا جاتا کہ حضرت بھولوں ہوتے ہیں تو ایسی بادشاہ میں کیوں بیٹھا لگا۔ ہاتھ پاؤں اکیوں بڑا تو ہم پر بھی اعتراض ہزاروں کس دیکھوں پرست آنکھا دیکھ دیکھیں بیماری کا پتہ ہی مرضی سے ...
مضمون پر آپ خفا نہ ہو جائیں اور معانی خیالی جدت کی ترغیب دل سے اکھاڑیں تو واللہ ہم کتنی بار حفتہ وار شائع کر سکتے ہیں آخر وہ سب کیا کرتے ہیں؟ ابھی کیا بیمار ہی اسی طرح موجود ہیں۔ وعدہ اچھا ہی ہوتا ہے۔ یہ بجز نا کے عذر ہوتے۔ خیال ہذا حضرت بعضا دیکھی تشریف آوری ہے۔ بہت روز سے خاموشی و دو سے ہے بجا لگ مر دل کی بہت طرح ہے بیت دیکھیے کہ ہم تو دیر کرتے ہیں۔

جرمنی کی نو ایجاد

اسٹیل پر نظر مشین

گھر بیٹھے ہزاروں کی تعداد میں حیرت انگیز پیریں۔ اس پر نظر مشین پر اکثر ... ہر ایک مختلف رنگوں میں ہزاروں کی تعداد میں چھپتی ہے جو بڑی قیمتی مشینوں سے تیار ہوتی ہے۔ سوداگروں تاجروں ... دونوں انگوٹوں دوسرے معزز اصحاب کے لیے نایاب چھاپہ خانہ ہے۔ فلسکیپ سائز مع کل سامان کے قیمت ... پسند نہ آئے تو واپس کر دینا۔

سول ایجنٹ وزیر اینڈ کمپنی جالندھر شہر

راجپوت ۵ ۵

مولانا پنچ کی نوٹ بک

ہر سخے ایک ہی عذر

تنہ کمزور لوگوں کو علم معلوم ہوتا ہے مگر نہ مرکر پر کبھی راضی نہ ہوگا۔ حال یہ ہے کہ جسمانی صحت

لفافہ میں چند سوالوں کا جواب

آپ اپنی حسب منشا پانچ سوال نفع نقصان ترقی تنزلی تبدیلی صورت محبت وغیرہ کے متعلق لکھ کر روانہ کریں ہم ان کا جواب چند ہیر رمل و نجوم ٹھیک جوابات کے ساتھ ایک روپیہ چار آنہ کے وی پی سے روانہ کرتے ہیں آپکا اطمینان بھی ہو جائیگا۔ لفافہ پر چند کرنے کا وقت اور پتہ صاف لکھ کر ہر مشکل میں مدد حاصل کرو

پروفیسر آفتاب رائل شر الوجر ماڈل فیروز پور شہر